Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

Ghafir Shahzad Novel "Mukli Main Marg" in the Context of the Capitalism

غافر شہزاد کا ناول "مکلی میں مرگ" سرمایہ دارانہ نظام کے تناظر میں

Syeda Humaira Abid
Visiting Lecturer Urdu Department University of Mianwali
Dr. Sadaf Fatima
Assistant Professor Urdu Department University of Karachi
Dr. Mamuna Subhani
Associate Professor, Urdu Department G.C University Faisalabad.
memunasubhani@gcuf.edu.pk

Citation: Syeda Humaira Abid, Dr. Sadaf Fatima & Dr. Mamuna Subhani (2025). Ghafir Shahzad Novel "Mukli Main Marg" in the Context of the Capitalism. Al-Qirtas, 4(1). Retrieved from https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas/article/view/374

Abstract:

In this novel, shrines and their associated stories have been seen through the eyes of the modern age. Everyone knows that the activities associated with shrines have become a historical industry due to the immense participation of the public and this hidden and mysterious world has its own beauty and ugliness which could not have remained hidden from the eyes of a person like Ghafir Shahzad, especially the government functionaries who get financial benefits and their tools among the public who cause the disrepute of this sector. Thus, Ghafir Shahzad's mind has arranged a plot with all such characters and their relationships which has come before us in the form of a wonderful novel. The biggest challenge for Ghafir Shahzad in this novel was the unique and varied atmosphere of the plot, which had hundreds of aspects. It was doubtful that most of these aspects would be accessible to the eyes and mind of a single reader. This is a unique effort, different from the biased historical, romantic and narrative novels, and therefore its technique is also different. It has neither a traditional beginning and end nor a formulaic arrangement and organization. The reader can be urged to spend time with this novel. So Capitalism has been discussed in this context.

Key Words: *Ghafir Shahzad, "Mukli main Marg", financial benefits, historical, romantic, narrative novels, Capitalism.*

"مکلی میں مرگ" غافر شہزاد کا شاہکار فن پارہ ہے۔ زمانی حوالے سے دیکھا جائے تو "مکلی میں مرگ" ۲۰۲۰ء میں فکشن ہاوس لاہور سے شائع ہوا۔ اس کا انتساب یوں ہے۔ "ہمدم دیرینہ ڈاکٹر اظہار الحق ہاشمی کے نام"

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

"مکلی میں مرگ" ان کا پہلا ناول ہے۔اس ناول میں کہیں بھی فکری وفنی حوالے سے جھول نہیں ملتا۔ناول اس کے مرکزی کردار ارسلان منصور کو ملنے والے دعوت نامے سے شروع ہوتا ہے۔یہ دعوت نامہ اس کو بطور آرکیٹیکٹ" عالمی تنظیم برائے روایتی عمارات وتعمیرات" کی جانب سے موصول ہوتا ہے۔

ناول میں سندھ کے قدیم ترین قبرستان مکلی کے بارے میں اور اس کے ساتھ لاہور، کراچی، جھنگ، اچ شریف اور پاکپتن شریف میں موجود صوفیاء کرام کے مزارات کی تعمیرات اور ان کے ڈیزائن کی صوفیا کے چہار سلاسل سے نسبت کو بہت ہی خوبصورت اور معلوماتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔اور پھر ان مزارات میں دفن بزرگوں کے بارے کم حقیقی اور زیادہ من گھڑت واقعات کا لوگوں کے عقائد کا حصّہ بن جانے کے بارے بھی بحث نہایت ہی دلچسپ ہے۔اس کے علاوہ ان مزارات سے منسلک کرپشن کے حیرت انگیز انکشافات بھی ناول کا حصہ ہیں۔ناول نگار غافر شہزاد چوں کہ خود فن تعمیرات سے گہری وابستگی رکھتے ہیں اس لیے انھوں نے ان تمام واقعات اور معلومات کو کرداروں کے ذریعے فکشن میں ڈھال کر قارئین تک حقائق تک پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

ارسلان منصور کو جو تصویر دعوت نامے کے ساتھ بھیجی جاتی ہے اس سے اس کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ جانا کہاں ہے نیز بانسوں کے بنے ہوئے گھروں کے طرز تعمیر سے وہ بہت حد تک خوش اور حیران بھی ہوتا ہے۔

مکلی میں مرگ "غافر شہزاد" کا چھٹا ناول ہے۔مکلی سندھ کے علاقے ٹھٹھہ کے قریب ایک قدیم قبرستان ہے جہاں گزری صدیوں کے بادشاہوں اور نوابوں کے مقابر ہیں جو اپنے اندر دفن شخصیات کی عظمت اور سطوت کے غماز ہیں۔سندھ کی قدیم عمارتوں اور قبرستانوں میں فن تعمیر اپنی انتہا کو چھوتا ہوا محسوس ہوتا ہے جسے دیکھنے کے لیے دنیا جہان سے لوگ یہاں سیاحت کے لیے آتے ہیں۔ماہر تعمیرات، تاریخ کے طالب علم اور تعمیری جمالیاتی ذوق رکھنے والے لوگ بھی کشاں کشاں یہاں چلے آتے ہیں۔

اسی مکلی کے قبرستان کو اس ناول میں موضوع بنایا گیا ہے اگرچہ ضمنی موضوعات کی بھی بہتات ہے۔مکلی میں ایک کانفرنس کا انعقاد ہو رہا ہے جسے کوئی عالمی تنظیم منعقد کرا رہی ہے۔اس واقعہ کا تعلق اگرچہ اگاتھا کرسٹی کے ناول "اورینٹ ایکسپریس میں قتل" جیسا سسپنس اور تھرل لیے ہوئے تو نہیں ہے لیکن اس میں ایک معروضیت ضرور ہے۔

ناول کا آغاز ارسلان منور نامی ایک شخص کو موصول ہونے والے دعوت نامے سے شروع ہوتا ہے جسے ایک عالمی تنظیم نے بھیجا ہے جو روایتی عمارات کی تعمیر کی سرپرستی کرتی ہے اور اس تقریب کا انعقاد مکلی میں ہونا ہے۔ارسلان کے ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے جو کسی حد تک منطقی ہے کہ کہ آخر ایک قبرستان یا اس کے نواح میں روایتی تعمیرات کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کرنے والی ایک عالمی تنظیم کے زیر انتظام اس تقریب کے منعقد کرانے کے کیا مقاصد ہو سکتے ہیں؟

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

مکلی کے قبرستان میں خاص طور پر زندگی اور موت کا ایک عجیب امتزاج ملتا ہے۔ ایک طرف گزری صدیوں کے بادشاہوں اور نوابوں کے مقبرے مرنے کے بعد بھی عوام کے دلوں پر ان کی شہنشاہیت اور حاکمیت کے گرز برساتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دوسری جانب کثیر تعداد میں عوام کی قبریں بھی موجود ہیں جو مٹی کے ساتھ مٹی ہو رہی ہیں۔ اگرچہ مٹی میں مل کر سب مٹی ہو گئے لیکن ان قبروں پر تعمیر عمارتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں جس کے سبب یہاں دفن ہونے والوں کی الگ الگ شناخت بنتی ہے اور انہیں شناختوں کے مطالعے کے لیے پہلے بھی یہاں کانفرنسوں کا انعقاد ہوتا رہا ہے۔

ادب اور روایت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ عالمی سطح پر ادب سے ہی روایت کا تصور براہ راست فن تعمیر میں بھی آیا ہے۔ دنیا بھر میں جہاں جدید ترین عمارات کی تعمیر اور اعلیٰ ترین تعمیراتی تکنیک اور ٹیکنالوجی کا استعمال دن بدن بڑھ رہا ہے وہیں روایتی طرز تعمیر سے محبت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں جو روایتی طرز تعمیر میں عمارتیں بناتے ہیں اور لوگوں کے طرز زہن سہن کو روایت سے جوڑتے ہیں۔ یہ عمارتیں اندرونی طور پر مہیا کردہ آسائشوں اور سہولیات میں اگرچہ جدید ترقی یافتہ آلات سے مزین ہو رہی ہیں مگر بیرونی منظر نامے اور مکانیت میں یہ عمارتیں روایتی جمالیات لیے ہوئی ہیں۔

زندگی کے ساتھ ساتھ موت کی روایات بھی اتنی ہی پرانی ہیں جتنا خود انسان۔ شعور سنبھالنے کے بعد جو تخلیقی عمل اس زمین پر انسان نے ابتدائی طور پر سرانجام دیا اس کا اظہار عمارتوں کی صورت روئے زمین پر باقی ہے۔ یہ عمارتیں ہی ہیں جو انسانوں کے برعکس روایات کے ساتھ ایسی جڑی ہوئی ہیں کہ نہ صرف اپنے عہد کی معاشرت کا مظہر ہیں بلکہ اپنے وجود میں اپنے عہد کے ایسے لمحات کو آنے والے کل کے لیے سنبھال کر بھی رکھتی ہیں۔ جو آج کی حیرت ہے، آنے والے کل کی یہ روایت ہے۔ یہ روایت ہی ہے جو تسلسل سے اپنا سفر جاری رکھتی ہے اور یوں زندگی اور موت کی روایات آپس میں گڈمڈ ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

زندگی اور موت کا آپس میں کیا ربط ہے؟ آخر کیوں کچھ لوگ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ انسانوں کے ذہنوں میں ایک اور طرح کی زندگی پا لیتے ہیں؟ دراصل یہ زندگی زندہ انسانوں کی ہی عطا کردہ ہوتی ہے، مرنے والے کو جس نے جس انداز سے دیکھا، پرکھا اور برتا ہوتا ہے وہ اسے ویسے ہی اپنے ذہن میں زندہ رکھتا ہے اور اسی طرح اس کی شخصیت کو دوسروں تک پہنچاتا رہتا ہے۔ مرنے والے کی یہ شناخت ساکت اور جامد نہیں ہوتی بلکہ وقت اور حالات کے مطابق لوگوں کے ذہنوں میں خود بخود تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ بسا اوقات یہ شناخت اس شخصیت کے اصل سے کہیں آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہر شخص اپنے تصور کے مطابق اسے ایک ماورائی صورت دے دیتا ہے اور یوں یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں امر ہو جاتا ہے اور یوں صوفیا کرام کے مزارات وقوع پذیر ہوتے ہیں بنتے ہیں اور پھلتے پھولتے ہیں۔

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

اسی طرح عقیدت مندوں نے صدیوں پہلے دفن ہو جانے والے صوفیا کو دیکھا نہیں ہوتا صرف ان کے بارے میں سنا اور کتابوں میں پڑھا ہوتا ہے لیکن وہ ان کے ذہنوں میں بار بار تولد پذیر ہوتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں یوں مر جانے کے بعد بھی ان صوفیا کے نقوش ایک تسلسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ عملی طور پر مر جانے کے بعد دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں اس کی موت کیوں واقع نہیں ہوتی اور یوں ان کے مزارات ایک علامتی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ یہاں موجود ہیں۔ لاہور میں موجود معروف صوفیاء اکرام کے درباروں کا احوال اس ناول میں موجود ہے لیکن تصوف کے حوالے سے کم اور تعمیراتی کرپشن کے حوالے سے زیادہ۔

دو کردار ہیں جن میں ایک ہے بابا مستان اور دوسرا ہے طارق اسمعیل جو کہ ایک صحافی ہے جس کا بابا مستان سے ایک عقیدت بھرا تعلق قائم ہو جاتا ہے بعد میں یہی کردار ایک دوسرے کے ممد و معاون ہو جاتے ہیں اور درباروں میں ہونے والی کرپشن کے قصے اخبارات کے زینت بننا شروع ہو جاتے ہیں۔ اولین کہانی جو طارق اسمعیل نے اپنے اخبار میں شائع کی وہ خانقاہ علی ہجویری کی جامع مسجد کے ایوان میں لگائے گئے ائر کنڈشنر کی تنصیب کے حوالے سے تھی اس میں بابا مستان نے تو صرف اشارہ دیا تھا جب کہ باقی سارہ کام طارق اسمعیل کی محنت کا شاخسانہ تھا۔ اسی طرح بی بی پاک دامن کا مزار ہے اور اس سے جڑی کہانیاں ہیں اور تعمیرات کے حوالے سے کرپشن کی کہانیوں کے انبار ہیں اور یہ مزار بھی آج تک کیوں مکمل نہیں ہو سکا؟

شیخوپورہ میں موجود ایک دربار جو عشق مجازی کو اپنا مجازی خدا ماننے والے شاعر اور قصہ ہیر رانجھا کو لکھنے کے حوالے سے امر ہو جانے والے وارث شاہ کا مدفن ہے، اس کے تعمیری معاملات میں آخر کیا الجھن ہے کہ یہ دربار آج تک کیوں مکمل نہیں ہو سکا؟

ناول کا آغاز اگرچہ بظاہر ایک آرٹیکل کا سا انداز لیے ہوئے ہے جس کا عنوان زندگی اور موت کا آپس میں کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اس ناول کی ہیئت ایک ڈاکومینٹری ناول کی ہے لیکن ناول آغاز سے ہی قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ غافر شہزاد بنیادی طور پر آرکیٹیکچر ہیں تو اس حوالے سے یہ ناول کسی حد تک سوانحی ہو سکتا ہے اور ناول اکثر سوانحی ہی ہوا کرتے ہیں جس میں لکھاری اپنی ذات کے تجربے، مشاہدے اور علم کو بروئے کار لا کر ایک افسانوی ماحول تیار کرتا ہے جس میں وہ اپنا مافی الضمیر ناول کی صورت بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا ہی یہ ناول ہے۔ اسے فنکشن ہاؤس لاہور نے مناسب گیٹ اپ اور مناسب قیمت میں شائع کیا ہے۔

کسی مشہور ادیب کا کہنا ہے کہ بڑے ناول کی تخلیق بڑے موضوعات سے مشروط ہے اور تقسیم ہند کے بعد کوئی بڑا موضوع سامنے نہیں آیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں بھی نئے موضوعات کی دریافت کا عمل جاری رہا ہے اور ماضی قریب میں شائع ہونے والے کئی ایسے ناولوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جن کے موضوعات نئے اور منفرد ہیں۔ غافر شہزاد کے تازہ ناول ”مکلی میں مرگ“ کو بھی اسی ذیل میں رکھا جا سکتا ہے۔

اس ناول میں مزارات اور ان سے وابستہ کہانیوں کو جدید دور کی آنکھ سے دیکھا گیا ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ مزارات سے وابستہ سرگرمیاں عوام کی بے پناہ شرکت کے باعث ایک تاریخی انڈسٹری کا درجہ اختیار کر گئی ہیں اور اس پوشیدہ و پراسرار دنیا کا اپنا حسن و قبح ہے جو غافر شہزاد جیسے صاحب

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

نظر سے کیسے اوجھل رہ سکتا تھا خاص طور پر مالی فوائد حاصل کرنے والے حکومتی کارندے اور عوام میں ان کے آلہ کار جو اس شعبے کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں خانقاہوں کے سارے راز کھولنے کے لیے بابا مستان خان اس ناول کے مرکزی کردار طارق اسماعیل کو یہ موقت دستیاب ہوتا ہے۔ طارق اسماعیل اخبار کا رپوٹر ہے جو کہ اس طرح کے مقامات کے بارے ہر اندر کی خبر اور کہانی اپنے انداز سے لگاتا ہے اس حوالے سے اس کی پہلے پہل لگائی گئی کہانی کے بارے ناول نگار لکھتا ہے:

> ''اولین کہانی جو طارق اسمعیل نے اپنے اخبار میں شایع کی وہ خانقاہ علی ہجویری کی جامع مسجد کے ایوان میں لگائے گئے ائیر کنڈیشننگ پلانٹ کی تنصیب کے حوالے سے تھی۔ بابا مستان نے صرف اشارا ہی کیا تھا، باقی محنت طارق اسمعیل نے خود کی تھی۔ اس نے محکمہ کار کے ریکارڈ کیپر کی خدمات اس کی خدمت کر کے حاصل کیں؛ اس سے ذاتی تعلق قائم کیا اور اس سے اس پراجیکٹ کی فائل اپنے گھر منگوائی۔ اس نے اس کی فوٹو کاپی بھی کرائی اور نہایت تفصیل سے اس کا مطالعہ کیا۔ اس تھوڑی دقت ضرور ہوئی مگر جس خوبصورتی سے جرم کیا گیا تھا، جب اس پر یہ راز کھلا تو اس کی ساری تھکاوٹ بھی دور ہو گئی اور اس کے تحریر کردہ سنڈے میگزین فیچر کی بنیاد پر پہلا مقدمہ درج ہوا۔(۱)''

ارسلان اس ناول کا مرکزی کردار ہے جو کہ اگرچہ پڑھا لکھا ہے لیکن وہ روایتی چیزوں کو جدید چیزوں پہ فوقیت دیتا ہے۔ اس حوالے سے ناول نگار کہتے ہیں:

> ''ارسلان کی کوشش ہوتی کہ وہ کسی طرح سے بھی اس محفل میں شامل ہو اور صوفیانہ کلام سنے۔ اس کے امریکی کلاس فیلوز راک میوزک سنتے، وہ نصرت فتح علی خان کا دیوانہ تھا۔ نصرت فتح علی خان کئی بار امریکا آ چکے تھے۔ امریکا کی کسی بھی ریاست میں ان کا پروگرام ہوتا، ارسلان کی کوشش ہوتی کہ وہ ضرور شرکت کرے۔ اس کا والد ہمیشہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا اور ایسے پروگرام میں شرکت کے لیے اسے ہر طرح کی سہولت مہیا کرتا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، صوفیانہ کلام کی روایت کے ساتھ ارسلان کی جڑت گہری ہوتی چلی گئی۔ کبھی کبھی وہ خود بھی گنگنا لیا کرتا مگر اس وقت اسے یوں لگتا کہ وہ نہیں کوئی اور اُس کے اندر تار چھیڑ رہا ہے۔ اس کو اپنی آواز بھی اجنبی لگتی اور دیکھنے والوں کو اُس کے چہرے پر کوئی اور ہی چہرہ دکھائی دیتا۔ چہرے کے تاثرات بہت ہی الگ طرح کے ہوتے۔ دیکھنے والے اُسے دیکھتے چلے جاتے مگر وہ سب سے بے نیاز ایک اور ہی دنیا میں پہنچا ہوتا۔ یہ ایسی دنیا تھی جس کے الگ تھلگ ہونے کو وہ محسوس کر سکتا تھا، بیان نہیں کر سکتا تھا۔(۲)''

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

غافر شہزاد نے مزارات کے اندر کی کہانیوں کو لے کر اس میں پھلنے پھولنے والی بدعنوانی کو لے کر اور حقیقی جگہوں کے ناموں اور حقیوی مقامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے فکشن کے عمل میں اس طرح ڈھالا ہے کہ قاری کی جمالیاتی حس کی مکمل تسکین ہوتی ہے اور قاری اکیسویں صدی میں اپنی معاشرت کے ساتھ جڑت کے اس عمل کو حیران کن انداز سے دیکھتا ہے۔ بہت سارے ایسے مزارات بھی ہیں جن کے بارے حقیقت کی بجائے کہانیاں مشہور ہو گئی ہیں انکی تصحیح اور حقیقی انداز سے دیکھنے کا زاویہ بھی اس ناول میں نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پہ بی بی پاک دامن کے مزار کے بارے بیان کرتے ہوئے وہ تحقیقی زاویہ اپناتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کہا جاتا ہے کہ بی بی پاک کے والدین کا تعلق افغانستان کے کسی شہر سے تھا۔ آج سے کئی صدیاں پہلے افغانسان کے کئی قصبوں میں قحط پڑ گیا۔ بارش نہ ہونے کے سبب فصل نہ ہوئی اور مقامی لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ یہ قصبے کسی دریا کے کنارے بھی نہیں کہ پانی دریا سے استعمال کر لیا جاتا۔ پانی کی کمی کی وجہ سے پہلے جانور مرنا شروع ہوئے، پھر پھل دار درختوں کے پتے سوکھ کر گرتے چلے گئے یہاں تک کہ ٹنڈ منڈ ہو گئے۔ سایا بھی ہو رہا۔ درختوں پر پھل تو پانی کی عدم فراہمی کی وجہ سے پہلے ہی دو برس سے نہیں لگا تھا۔ اس عالم میں دوسری جانب منگولوں نے حملے شروع کر دیے تھے۔ ہندستان سے آنے والے ایک تجارتی قافلے سے سید احمد توجتہ نے جانا کہ یہاں سے سیکڑوں کوس دور ہندستان کا زرخیز خطہ ہے جہاں بارہ مہینے بہتے ہوئے دریا، پھلدار درخت اور فصلوں کے لیے زمینیں زرخیز اور پانی کی بھی کوئی کمی نہیں۔(۳)''

نہ صرف یہ کہ مزاراعات کے احاطوں میں ہونے والے کام ناول نگار کے پیش نظر تھے بلکہ مزارعات پہ مذہب کے اور فرقے کے نام پہ پھوٹ پڑنے والے فسادات کا بھی خصوصی ذکر کیا ہے۔ اس حوالے سے غافر شہزاد لکھتے ہیں کہ:

> ''ناظم اعلیٰ اوقاف کے فیصلے کے بعد گویا شیعہ اور سنی، دونوں کا دربار پر برابر کا استحقاق قائم ہو گیا تھا کہ وہ اپنے اپنے انداز میں حاضری دیں اور رسومات کا انعقاد کریں۔ دربار بی بی پاک اب اہلِ تشیع اور اہل سنت و الجماعت، دونوں کے لیے برابر کی سطح کا عقیدت کا مرکز قرار پا چکا تھا۔ اس نئی شناخت کے قائم ہونے پر اس وقت بھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا اور بعد میں بھی یہ سلسلہ اسے ہی بڑھتا چلا گیا۔ اس کو بڑھانے میں اصل کردار ذاکر خادم حسین بی اے کا تھا جو حلہ بی بی پاک کا رہائشی تھا۔(۴)''

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

درج بالا پیراگراف کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں شیعہ اور سنی دونوان گروہوں نے اس دربار پہ اپنا اپنا حق جتایا اور بڑھتے بڑھتے یہ بات کورٹ کچہری تک چلی گئی جس کا فیصلہ دونوں فرقوں کے مذہبی جذبات کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا۔ آخر کار ایک اہل تشیع کی چرب زبانی اور کچھ نام نہاد تحقیقی حوالوں کے پیش نظر عوام کو ماننا پڑتا ہے کہ اس دربار شریف پہ سارے کا سارا حق اسی فرقے کا ہے اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

> ''ڈاکر خادم حسین بی اے کی کئی برس کی کوششیں اور لگاتار محنت رنگ لے آئی تھی کہ اب دربار کی قائم ہونے والی دوسری شناخت کے بارے میں سوال اٹھاتے ہوئے پڑھے لکھے لوگ بھی احتیاط کرنے لگے تھے۔ جب زبانیں سچ کے اظہار میں لڑکھڑانے لگیں تو محقق اور مورخ کی آواز تیز شور میں گم ہو جاتی ہے، عوام کے شور میں سنائی نہیں دیتی یا یوں کہہ لیں کوئی سننا نہیں چاہتا۔ یہ باتیں پہلے علمی فکری اور حقیقی مغالطے کی صورت اختیار کرتی ہیں اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں میں ایک خود ساختہ سچائی کی صورت ہمیشہ کی زندگی پالیتی ہیں۔ یہ خود ساختہ سچائیاں ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری نسل کے حافظے میں منتقل ہوتی چلی جاتی ہیں اور پھر دائی زندگی پالیتی ہیں۔ یہاں پہنچ کر ایسی سچائیاں کتابوں میں لکھے حروف کی محتاج نہیں رہتیں، انہیں کسی استدلال کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ دائی سچائی کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ سچائی توانا اور لوگوں کے اعتقاد اتنے مضبوط ہو جاتے ہیں کہ پھر کسی بھی پلیٹ فارم پر اسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔(۵)''

چنانچہ غافر شہزاد کے ذہن رسا نے ایسے تمام کرداروں اور ان کے متعلقات سے ایک پلاٹ ترتیب دیا جو ایک شاندار ناول کی شکل میں ہمارے سامنے آیا ہے اور امید ہے کہ یہ نہ صرف شائقین بلکہ نقادوں کی توجہ بھی حاصل کرے گا۔

اس ناول میں غافر شہزاد کے لئے سب سے بڑا چیلنج اس پلاٹ کی منفرد اور مختلف فضا تھی جس کے سیکڑوں پہلو تھے. ان پہلوؤں میں سے بیشتر کا ایک ہی قاری کے چشم و ذہن کی رسائی میں ہونا مشکوک تھا۔ مثلاً مقبروں کی تعمیر کی تاریخی نفسیات، اس مخصوص فن تعمیر کا پس منظر اور متعلقہ تعمیراتی پیچیدگیاں اس کی چند مثالیں ہیں۔ پھر ان مقبروں سے مسلاجڑے افراد کے معاملات و مسائل، ان کی شخصی خامیاں اور خوبیاں، فراہم کردہ ماحول کے نتائج و عواقب اور دیگر کے بارے میں عام آدمی کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں، عوام کے ذہن میں مزارات کے حوالے سے صرف اور صرف محبت اور عقیدت کا تاثر حاوی ہوتا ہے۔ باقی تمام جہات ان کے لئے اہم نہیں ہوتیں۔ مصنف کے لئے ان تفصیلات میں دلچسپی پیدا کرنا ایک پیچیدہ اور بہت مشکل عمل تھا۔

تعمیرات کے حوالے سے صرف یہی نہیں بلکہ ایک اور اہم معاملہ بھی درپیش تھا اور وہ تھا ہمارے مزاراتی انداز تعمیر کا تجزیہ اور کسی حد تک اس کا بین الاقوامی جدید انداز تعمیر سے موازنہ۔ اس کی وجہ اس ناول کا مرکزی کردار ارسلان ہے جو امریکہ کا پڑھا لکھا فرد ہے لیکن اس کے آباواجداد کا تعلق

Al-Qirtas القرطاس Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

بستی غلام فرید پاکستان سے ہے۔ وہی اس ناول کے ایک اہم ٹرننگ پوائنٹ کا باعث بھی بنتا ہے۔ غافر شہزاد کے بقول اس کردار کی کایا کلپ ہوتی ہے مگر ان معنی میں نہیں جس طرح کافکا کے افسانے "میٹامارفوسز" یا انتظار حسین کے افسانے "آخری آدمی" میں دکھائی گئی ہے۔ یہ کایا کلپ نظریاتی اور تخلیقی سطح پر وقوع پذیر ہوتی ہے اور ارسلان کے مجازی بطن سے ایک نیا ارسلان پیدا ہوتا ہے۔

لوگوں کی نظر میں تو وہ اپنی تمام تر بین الاقوامی مہارت، حاصل کردہ تجربے اور جدید تخلیقی اپروچ سے دست بردار ہو کر بظاہر پیشہ ورانہ خودکشی کی جانب قدم بڑھاتا ہے لیکن دراصل یہ اس کا نیا تخلیقی جنم قرار پاتا ہے۔ یہی کایا کلپ اس ناول کو ایک نئے اور دلچسپ باب میں داخل کر دیتی ہے جو مصنف کے لئے کسی صورت بھی آسان نہیں ٹھہرا ہو گا۔ اس کردار کی ضروریات کے لئے اسے کئی اضافی کردار بھی تراشنے پڑے۔ ان سب کا جواز پیدا کرنا، انہیں پینٹ کرنا، اور پھر ان سے کام لینا ایک نئی مہم تھی مگر اسے کامیابی سے مکمل کر لیا گیا۔

اس سلسلے کا مرکزی کردار ایک صحافی طارق اسمٰعیل ہے جو بنیادی طور پر ایک ارکیٹیکٹ ہی ہے لیکن اس کا روزگار صحافت سے جڑ جاتا ہے۔ ارسلان کے ساتھ طارق اسماعیل کے ایک سفر کی مدد سے کہانی آگے بڑھتی ہے اور طارق اسمعیل اپنی تمام تر توجہ مزارات کے دوروں، ان کے سماجی، روحانی اور تعمیراتی معاملات کو سمجھنے اور ان کا درست تجزیہ کرنے میں صرف کر دیتا ہے، اس سلسلے میں اسے ایک اور کردار بابا مستان کا تعاون بھی مل جاتا ہے جس کے نتیجے میں کئی دلچسپ کہانیاں سامنے آتی ہیں جن کا سرسری ذکر میں نے اس مضمون کے آغاز میں کیا تھا۔

چوبیس ابواب پر مشتمل یہ ناول نہ تو محض تاریخ ہے اور نہ نری فکشن بلکہ قاری کو ان دونوں کے درمیان ایک دلچسپ راستہ سجھایا گیا ہے۔ ناول کے اندر ایک نازک معاملہ مختلف مباحث اور مکالمات میں مذہبی جذبات کا خیال رکھنا بھی تھا جسے کافی ہوشیاری اور معاملہ فہمی سے نپٹایا گیا۔ مصنف نے کہانی کو اس انداز سے آگے بڑھایا ہے کہ توازن اور غیر جانبداری کو مقدم بنایا جا سکے۔ مزار اور مقبرہ بظاہر ملتے جلتے الفاظ ہیں لیکن ناول میں ان کی اپنی اپنی معنویت بھی آشکار ہوتی ہے۔ ناول میں جا بجا چشم کشا حقائق اور ان سے اخذ کردہ نتائج قاری کو متوجہ کرتے ہیں۔ کئی ایسے مقامات ہیں جہاں پیرا گراف کے پیرا گراف دانش اور منطق کی آبیاری کرتے ہیں۔ ناول کے ابتدائی باب سے چند سطور ملاحظہ ہوں۔

تدفین کے لئے قبرستان بنائے جاتے ہیں مگر ذہنوں میں نقش ایسی شخصیات کے قبرستان کبھی نہیں بنتے۔ آخر کیوں؟ کچھ عرصہ کے لئے کوئی بھول بھی جائے، تب بھی اچانک کسی روز، کسی لمحے اس کے وجود کا زبردست احساس اچانک زندہ ہو جاتا ہے، جیسے کسی قبر سے کوئی اٹھ کر آ گیا ہو، مگر حقیقی زندگی کے قبرستانوں سے کبھی کوئی اٹھ کر نہیں آیا، کبھی آ بھی نہیں سکتا۔ حقیقی قبر ایک ہی ہوتی ہے لیکن مختلف لوگوں کے ذہنوں میں ایک ہی شخص کی الگ الگ قبریں الگ الگ شناختیں ہوتی ہیں جو اگلی نسلوں میں منتقل ہو کر تعداد میں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔

اس ناول میں اگرچہ کرپشن ایک مرکزی مسلے کے طور پر سامنے آتی ہے لیکن اس کے علاوہ بہت سی مختصر اور پیچیدہ کہانیاں بھی اس کا حصہ ہیں۔ سات اٹھ اہم کرداروں کی ایک کھیپ ہے جن کو مکمل طور پر سمجھنا ضروری ہے۔ اگر کرداروں کی اس کھیپ کو نہ سمجھا جا سکے تو ناول کی مربوطی سے

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

لطف نہیں اٹھایا جاسکتا نہ ہی ناول میں پنپنے والے مافیاز کا سراغ لگایا جاسکتا ہے مثال کے طور پہ ارشاد علی اور رپورٹرز مافیا کے تعلق اور سماج میں انکی نوعیت سمجھنے کے لیے ان کے آپسی تعلق کو جاننا بہت ضروری ہے۔اس حوالے سے ناول کا ایک اقتباس صورت حال کو مزید واضح کردے گا:

> ''ارشاد علی کو چھوٹے شہر میں سب ڈویژنل آفیسر کے طور پر کام کرتے ہوئے ایسے نیٹ ورک سے واسطہ پڑتا رہتا۔شروع شروع میں تو اس نے ان کی بلیک میلنگ کو قبول نہیں کیا،ایک طرح سے رد عمل کا مظاہرہ کیا۔جلد ہی اس کے سب انجنیئر نے ان سے معاملات کرنے کا ذمہ اپنے سر لے لیا اور یوں خوش اسلوبی سے یہ معاملات چلتے رہے۔کچھ وقت گزرنے کے بعد ارشاد علی نے بھی ایسے نامہ نگاروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں عافیت جانی۔یہ نامہ نگار ڈپٹی کمشنر اور کمشنر کے دفتروں میں بھی جاتے اور ارشاد علی کو اگر ان مقامی انتظامی دفتروں سے اپنا یا اپنے کسی عزیز کا کام پڑ جاتا تو یہ لوگ کام آتے۔گویا اپنے ہاتھ میں کوئی اختیار یا عہدہ نہ رکھتے ہوئے بھی یہ نامہ نگار اپنے شہر کے بہت بااثر افراد ہوتے۔دوسری جانب ان کے تعلقات اپنے شہر کے سیاسی لوگوں،وزرا اور مشیروں کے ساتھ بھی ہوتے۔یہ ان سیاسی لوگوں کے انٹرویو کسی نہ کسی طرح اخبارات میں شایع کراتے پھر ان سیاسی لوگوں کی ضرورت بن جاتے ''(٦)۔

علاوہ ازیں غافر شہزاد نے مافیاز کے کئی روپ اپنے اس ناول میں پیش کیے ہیں یہ ناول اس حقیقت کی طرف بھرپور طریقے سے اشارے کرتا ہے کہ کس طرح ملک خداداد کی جڑوں کو کھوکھلا کیا جارہا ہے اور کیوں ہمارا ملک ترقی نہیں کر رہا اس حوالے سے ایک اقتباس دیکھیے:

> ''صبح جب دفتر پہنچا تو کاغذ کا ایک ٹکڑا میز پر پڑا،اس کا انتظار کر رہا تھا کاغذ کے اس لڑکے کو سمن (Summon) کہتے ہیں۔یہ کی عدالت کی طرف جاری نہیں ہوا تھا بلکہ ادارہ انسداد رشوت ستانی کے اسٹنٹ ڈائریکٹر ٹیکنکل نے اپنے دفتر میں ارشاد علی،ایس ڈی او اور سب انجنیئر کو طلب کیا تھا۔طلبی کی وجہ کیا تھی؟اس کے بارے میں کچھ خبر نہ تھی۔عام طور پر جب ایسے سمن کسی انجنیئر کو وصول ہوتے ہیں تو سرکاری دفتروں میں اس کا ایک ہی مطلب لیا جاتا ہے کہ اب اس پراجیکٹ سے مستفید ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔(٧)''

چونکہ ناول ایک مخصوص, قدرے اجنبی فضا میں تخلیق کیا گیا ہے جو بہت حساس بھی ہے اس لئے اس میں کچھ ان کہے حقائق بھی ہیں اور ان میں سے بھی زیادہ تر کا تعلق اسی کرپشن سے ہے جو کوئی سادہ،اور آسانی سے سمجھ میں آجانے والا مسلہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے کئی ناقابل یقین ہستیاں اور تنظیمیں،جعلی زائرین،مقامی و عالمی این جی اوز اور بہت سے دوسرے اہم لوگ اور ادارے بھی شامل ہیں۔ہر معاملے کو قومی راز سمجھنے والوں کے معاملات،سرکاری

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

افسروں کی دلچسپیاں، فرقہ واریت پسندوں کی مسابقت غرضیکہ طرح طرح کے مسائل ناول کا حصہ ہیں۔اس طرح کے ناول کی کہانی بظاہر پیچیدہ سی لگتی ہے اور درست تفہیم کے لئے سرسری نہیں بلکہ بالاستیعیاب مطالعہ چاہیئے جس کے بعد اس ناول کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔

غافر شیزاد کا اپنا رجحان بھی چونکہ تعمیر کے شعبے کی طرف ہی ہے اس لیے شعبہ تعمیرات کے متعلق انکا علم اور ان کی مہارت اس ناول میں ظاہر ہوتی ہے۔غافر شہزاد کے مشاہدے میں پہلے سے ہی کچھ ایسے حقائق موجود ہیں جو کہ قاری کے لیے تعمیراتی ڈیزائن کے حوالے سے انکشاف کا درجہ رکھتے ہیں مثال کے طور پہ ایک اقتباس دیکھیے۔

> ''یہاں اُچ شریف میں بھی سہر وردیوں کے عالی شان اور بارعب مزارات تھے اور قادری سلسلے سے تعلق رکھنے والے صوفیا بھی یہیں دفن تھے۔ قادریوں کے مزارات کی چھتیں لکڑی کی تھیں، جن پر نقاشی کا کام کیا گیا تھا جب کہ سہر وردیوں کے مقبرے اور مزارات گنبد والے اور پکا قلعی کے ساتھ فریسکو ورک میں تزئین و آرائش لیے ہوئے تھے۔ مزارات کے تھ انہی کے احاطے میں مسجدیں بھی تعمیر کی گئی تھیں۔(۸)''

یہ جانبدارانہ تاریخی، رومانوی اور داستانوی ناولوں سے مختلف ایک منفرد کاوش ہے اس لئے اس کی تکنیک بھی الگ ہے۔اس میں نہ تو روایتی آغاز و اختتام کا اہتمام ہے اور نہ فارمولا قسم کی ترتیب و تنظیم۔ قاری کو اس ناول کے ساتھ وقت گزارنے کا تاکید کی جاسکتی ہے۔اس سے اس ناول کی تفہیم میں اضافہ ہو گا جو اس کی قدر و قیمت کے درست تعین کا باعث بنے گا۔یوں مجموعی طور پہ ہم دیکھتے ہیں کہ غافر شہزاد کے اس ناول میں عمارات کے بارے جو معلومات ہیں سو تو ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے تاریخی حقائق سے بھی نقاب کشائی کی گئی ہے جس سے آج کے لوگ واقف نہیں ہیں۔

اس ناول میں بعض معاشرتی عقائد اور مذہبی عقائد کی نفی بھی ملتی ہے جو کہ مسلمات کی شکل اختیار کر چکے تھے طلسماتی حقیقت نگاری کے عناصر بھی اس ناول میں موجود ہیں تاریخی حقاِق اور سماجی مسائل کی نشاندہی سے اس ناول کا خمیر گوندھا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مکلی میں مرگ از غافر شہزاد فکشن ہاوس، لاہور ۲۰۲۰، ص ۴۲

۲۔ محولا، بالا، ص ۳۰

۳۔ محولا، بالا، ص ۶۴

۴۔ محولا، بالا، ص ۲۶

۵۔ محولا بالا، ص ۵۴

۶۔ محولا بالا، ص ۷۵

Al-Qirtas القرطاس
Vol. 4 No.1 (2025)
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

۷۔ محولا بالا، ص۸۰

۸۔ محولا بالا، ص۸۵